© rasailojaraid.com

Majallah Tahqiq
Research Journal of
the Faculty of Oriental Learning
Vol: 33, Sr.No.86, 2012, pp 27 - 42

مجلّہ تحقیق
مجلّہ کلیہ علوم شرقیہ
جلد۳۳، جنوری۔مارچ ۲۰۱۲ء، شمارہ ۸۶

بین الاقوامی تعلقات کے اصول، حدود اور تقاضے
(سیرتِ طیّبہ کی روشنی میں)

ڈاکٹر محمد اکرم ورک☆ ارشد منیر لغاری☆☆

Abstract:

International relation is an important and current issue of the today world. Because it causes the establishment of treaties and agreements as well as peace and harmony between nations.Unfortunatly, neither religions are playing their role nor human self-made various system are able to present and implement a successful, applicable or universal agreement for the world. The main focus of the current super powers is on Nationality not on human beings and this ideology cause to extend the gulf among the world.

Islam clearly states that all human beings are of the same origin & face the same destiny. So the philosophy of Islam regarding the world peace is rational and natural. Also Islamic vision is not restricted to Nation but it talk for the success of all human being. The whole life of Holy prophet Muhammad (peace be upon him) proves his attitude toward peace and respect. Peace treaties like HILFUL FAZOOL,SULAH HUDAIBIYA and MEESAQ E MADINA are not only the evidence of his peace liking attitude but illustrate the policy, boundaries and requirements of international relations. It is dire need of the hour to clarify and explain the teaching of our Holy Prophet by Muslim scholars, so that Islam may able to play a crucial role in elevation of international peace and security.

عالمی امن کے حوالے سے موجودہ دور انتہائی اضطراب انگیز ہے اور نسل انسانی مادہ پرستوں اور درندہ صفت انسانوں کی پھیلائی ہوئی تباہی کے ہاتھوں سسک سسک کر دم توڑ رہی ہے۔

☆ گورنمنٹ ڈگری کالج پیپلز کالونی، گوجرانوالہ
☆☆ لیکچرر، زرعی کالج، ڈیرہ غازی خان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آج کے عالمی ماحول میں ایسے بین الاقوامی اصول وضوابط اور قوانین کی ضرورت پہلے سے کہیں بڑھ کر ہے جن میں تنگ نظری کے بجائے وسعتِ نظری اور محدودیّت کے بجائے عالمگیریت ہو۔ آج ایسے قوانین دنیائے انسانیت کی ضرورت ہیں جو اس کو رنگ ونسل اور علاقائیت کی تنگ نائے سے نکال کر آفاقیت سے آشنا کرنے والے ہوں۔

تاریخ کے ہر دور میں مذہب نے انسانیت کی رہنمائی کی ہے۔ لیکن فی الوقت دنیائے انسانیت کو دستیاب فکری سرمائے میں الہامی وغیر الہامی مذاہب کی تعلیمات پر تنقیدی نظر ڈالنے سے واضح ہوتا ہے کہ ایک طرف مذاہبِ عالم اپنی غیر عقلی اور غیر فطری تعلیمات کی وجہ سے تاریخ کا حصّہ بنتے جارہے ہیں اور دوسری طرف وہ قوانین جو محض انسان کی عقل ودانش اور نتائج فکر کا نتیجہ ہیں، مختلف گروہی مفادات کے تابع ہونے کی وجہ سے عصری تہذیبی کشمکش کا اصل سبب ہیں۔ خالص سیاسی ضرورتوں اور معاشی مفادات کے حامل جن قوانین اور اصولوں پر امن عالم کی عمارت کھڑی کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں، اس کی بنیادوں سے اٹھنے والے تعفّن کو ہر سلیم الفطرت انسان محسوس کرسکتا ہے۔

پہلی جنگِ عظیم کے بعد 1919ء میں لیگ آف نیشنز (League of Nations) اور دوسری جنگِ عظیم کے بعد 1945ء میں انجمن اقوام متحدہ (United Nations Organization) کا قیام عمل میں آیا۔ لیگ آف نیشنز چونکہ چند قومی، سیاسی اور معاشی اغراض ومقاصد کے تحت قائم ہوئی تھی، اس لئے وہی اغراض ومقاصد اس کی موت کا سبب بنے اور انہیں اغراض ومقاصد کو کچھ مزید بین الاقوامی رنگ دے کر انجمن اقوام متحدہ کا قیام عمل میں آیا جو اپنی افادیت کھو چکی ہے۔ اس تناظر میں دنیا بھر کے انسانیت نواز حلقے عالمی امن کی دگرگوں صورتِ حال پر اپنے اپنے خدشات کا اظہار کررہے ہیں۔

امریکہ اور یورپ عالمِ انسانیت کو امن وانصاف مہیا کرنے میں ناکام ہوئے ہیں اور اس ناکامی کا سبب یہ حقیقت ہے کہ ان میں سے کسی کے پاس بھی وہ اصول موجود نہیں جو عالمی برادری کے آئیڈیل کو زیرِ عمل لاسکیں اور نتیجہ خیز بناسکیں۔ مغرب کے ذہن اور اس کی ثقافت کی سطح ''قوم'' کے تصور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے کبھی بلند نہیں ہو سکی۔ عالمی طاقتوں کے قومی مفادات نے پوری انسانیت کو تباہی کے دہانے پر کھڑا کر رکھا ہے۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ یورپ اور امریکہ انجمن اقوام (League of Nations) اور تنظیم اقوامِ متحدہ (United Nations Organization) کی ناکامی کے اسباب پر غور کرنے کے لئے تیار نہیں ہے اور ان اداروں کی ناکامی نے بھی مغربی ذہن میں متبادل اصولوں کی جستجو کی کوئی تحریک پیدا نہیں کی۔ اس باب میں یورپ اور امریکہ نے اپنی نااہلی کو ثابت کر دیا ہے۔

انجمن اقوام متحدہ کی ساخت میں جو بنیادی خرابیاں ہیں اس میں ایک بڑی خرابی یہ ہے کہ اس میں بین الاقوامی مساوات کے اصول کو پامال کرتے ہوئے پانچ بڑی طاقتوں کو مستقل طور پر ویٹو پاور کا حق دیا کیا گیا ہے، جس کی وجہ سے کسی ملک کے بڑے سے بڑے بین الاقوامی جرم کے خلاف اقدام تو بڑی دور کی بات قراردادِ مذمت تک منظور نہیں کی جا سکتی۔ اسرائیل اپنے ناجائز وجود سے لے کر آج تک جن گھناؤنے جرائم کا مرتکب ہوا ہے، اس پر ساری دنیا چیخ رہی ہے لیکن امریکہ کا ویٹو اس کے خلاف کسی اقدام کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ اس پر مستزاد آج عالمی امن کی عمارت انسانی حقوق کے جس منشور پر کھڑی ہے، اس کی پہلی دفعہ کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

> ''تمام انسان آزاد اور حقوق وعزت کے اعتبار سے برابر پیدا ہوئے ہیں۔ انہیں ضمیر وعقل دی گئی ہے اس لئے انہیں ایک دوسرے کے ساتھ بھائی چارہ کا سلوک کرنا چاہیئے۔''

اس دفعہ میں ضمیر وعقل کے اشتراک کو انسانی بھائی چارے کا سبب اور اساس قرار دیا گیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا محض عقل وضمیر کا اشتراک ایک انسان کو دوسرے انسان کے ساتھ بھائی چارے پر ابھار سکتا ہے؟ اور اقوامِ عالم میں مساویانہ سلوک کی ترغیب پیدا کر سکتا ہے؟ عقل وضمیر کے جس اشتراک کو بھائی چارے، مساوات اور عالمی امن کی بنیاد بنایا گیا ہے، وہ تو قوموں میں تفوق وبرتری کے جذبات کو ابھارنے والا ہے کیونکہ عقل وفہم میں جو تفاوت دو افراد کے درمیان پایا جاتا ہے اس کا مشاہدہ اقوام کے درمیان بھی کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے اگر عقل وضمیر کے پیچھے کوئی اخلاقی محرک نہ ہو تو عالمگیر برابری اور مساوات کا تصور پروان نہیں چڑھ سکتا۔ اگر عقل وضمیر کا اشتراک ہی عالمی امن اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

باہمی تعلقات کے لئے کافی ہوتا تو پھر پانچ بڑی طاقتوں کو ویٹو کا حق دینے کا کیا جواز باقی رہ جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آج اکیسویں صدی میں بھی بین الاقوامی سیاست جس کی لاٹھی اس کی بھینس کے اصول پر قائم ہے اسی اصول نے نئے عالمی منظر میں گلوبلائزیشن کو عفریت کی شکل دے دی ہے۔ جس کے سامنے نہ صرف ریاست کی حیثیت ثانوی ہو کر رہ گئی ہے بلکہ یہ سیلاب قوموں کی زبان، کلچر اور ان کی شناخت کو بھی ختم کرنے پر تلا ہوا ہے، جس کے نتیجے میں اقوامِ عالم ایک طرح کے اضطراب اور ہیجان میں مبتلا ہیں۔ اسی طرح اسلامی جماعتیں اور تنظیمیں کہ جنہیں درحقیقت عالمی منظر میں قائدانہ کردار ادا کرنا تھا، اپنے مقاصد کے اعتبار سے نہ صرف محدود دائرہ کار کی حامل ہیں بلکہ طے شدہ مقاصد میں بھی ناکام دکھائی دیتی ہیں، بقول محمد ایوب

> The programms of the majority Islamic organizations and movements-whether social,political or militry-are limited to territorial boundries and national context.(i)

ان حالات میں ضرورت اس امر کی ہے کہ سیرتِ طیبہ ﷺ کا مطالعہ عصری تناظر میں کیا جائے۔ اسلام روزِ اول ہی سے عالمگیریت کا داعی ہے۔ اس دعویٰ کی سچائی ثابت کرنے کے لئے یہ ایک بہترین دور ہے۔ آج دنیا کو ایسے بین الاقوامی نظام کی اشد ضرورت ہے جو ظلم سے پاک ایک عادلانہ اور پائیدار امن قائم کرے جو اقوامِ عالم کے مذہبی، ثقافتی، عمرانی اور اقتصادی تنوعات اور امتیازات کا جواز تسلیم کرے اور اپنے قانون کی بنیاد ان کی اس مشترکہ ضرورت پر رکھے کہ اقوامِ عالم اپنی زندگیوں کو اپنی مرضی کے مطابق انصاف اور آزادی کے ماحول میں منظم کریں۔ ایک ایسا عالمی نظام جس میں بین الاقوامی انصاف سب کے لئے قابلِ حصول ہو، خواہ وہ حکومتیں ہوں یا ادارے، فرقے ہوں یا افراد، جب تک اس طرح کا بین الاقوامی نظام وجود پذیر نہ ہو، دنیا کو امن نصیب نہیں ہو سکتا۔

اسلام جس طرح زندگی کے تمام معاملات میں میانہ روی اور اعتدال کا قائل ہے، عالمی امن کے قیام میں بھی اسلام کی تعلیمات عقلی اور فطری تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ اسلام نے عالمی امن کی بنیاد مخصوص اقوام کے مادی اور معاشی مفادات کے بجائے پوری انسانیت کی فلاح کے اصول پر رکھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے اور اس کے حقیقی محرک کے طور پر اسلام انسان کی داخلی تعمیر کے لئے اس کائنات میں انسان کے مقام کو متعین کرتا ہے۔ انسانوں کے درمیان مساوات کے مضبوط تصور کے بغیر امن کا قیام ممکن نہیں ہے اور اگر غور کیا جائے تو یہ تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کہ انسانوں کے درمیان برابری سیاسی اور معاشی مسئلہ نہیں بلکہ سراسر انسانی، اخلاقی اور روحانی مسئلہ ہے اور ظاہر ہے کہ اس چیز کا داعی صرف مذہب ہی ہے، لیکن جب یہ مان لیا جائے کہ خدا موجود نہیں تو پھر انسان بے چارگی کی حد تک غیر برابر ہوں گے۔

اسلام مذاہب و ادیان اور ثقافتوں کی الگ الگ شناخت کو نہ صرف تسلیم کرتا ہے بلکہ ان مذاہب اور ثقافتوں کے درمیان باہمی تعارف، رابطہ و اتصال اور تعلقات کار کی اہمیت پر زور دیتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوباً وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ(1)

''اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہیں مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا ہے تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ تم میں سے اللہ کی بارگاہ میں زیادہ معزز وہ ہے جو تم میں سے زیادہ متقی ہے۔ بے شک اللہ علیم و خبیر ہے۔''

اس آیت مقدسہ میں انسانی اجتماعیت کی اسی بنیادی اساس اور اصول کی حکمت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ یہ آیتِ مقدسہ بیک وقت انسانی معاشرہ کے دو مختلف اور متضاد پہلوؤں، وحدت اور کثرت پر زور دیتی ہے۔ اور پھر اسی کثرت کو معاشروں کے درمیان اتصال اور اجتماعیت کی وجہ بھی قرار دیتی ہے، کیونکہ تمام انسانی گروہوں اور طبقوں کا آغاز ایک ہی ہے۔ اس آیت میں دو باتیں خاص طور پر توجہ کے قابل ہیں، ایک یہ کہ آیت کا تخاطب عام ہے۔ خطاب مسلمانوں سے نہیں بلکہ ''يَا أَيُّهَا النَّاسُ'' کے الفاظ سے تمام انسانوں سے ہے۔ دوسرا انسانوں کے درمیان برتری اور فضیلت کا اصول اخلاقی اور مابعد الطبعیاتی نوعیت کا ہے۔ اس تناظر میں انسان کی ذمہ داری ایک دوسرے سے تعارف اور اپنی اصل مشترک کی طرف انتساب کے ذریعہ ان اختلافات پر قابو پانا ہے۔ انسانی مساوات کی یہ ایسی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اخلاقی قدر ہے جس پر عالمی امن کی عمارت قائم رہ سکتی ہے۔

''بین الاقوامی تعلقات کے اصول، حدود اور تقاضے۔ سیرتِ طیبہ ﷺ کی روشنی میں'' موجودہ عالمی تناظر میں بڑی اہمیت کا حامل موضوع ہے، یہ موضوع تقاضا کرتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی زندگی کے دو پہلوؤں پر خاص طور پر توجہ مرکوز کی جائے۔ ایک یہ کہ امن وسلامتی کے حوالے سے آپ ﷺ کا ذاتی رجحان کیا تھا؟ اور دوسرا یہ کہ اس حوالے سے آپ ﷺ کا دوسری قوموں کے ساتھ طرزِ عمل کیا تھا؟۔

رسول اکرم ﷺ صلح جوئی اور امن پسندی کے کس قدر خوگر تھے؟ ''حِلف الفضول'' کا واقعہ اس حقیقت کا بہترین ترجمان ہے۔ مظلوموں کی بے لوث امداد اور ان کے حقوق کی بازیابی کے اس معاہدے کی تجدید کے موقع پر آپ ﷺ اس میں عملی طور پر شریک رہے۔ حرب فجار میں خونریزی کے بعد قیامِ امن کے لئے بنی ہاشم کے سردار زبیر بن عبد المطلب نے قبیلہ تیم کے سردار عبد اللہ بن جدعان کے ساتھ مل کر جرہمی دور کے معاہدہ حلف الفضول کو تازہ کرنے کی دعوت دی مکہ کے اہم خاندانوں کے درمیان یہ معاہدہ ہوا کہ ہم میں سے ہر شخص مظلوم کی مدد اور حمایت کرے گا اور کوئی ظالم مکہ میں نہ رہنے پائے گا۔(2) ابن ہشام کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ''میں عبد اللہ بن جدعان کے گھر حلف لینے میں شریک تھا اور سرخ اونٹوں کے گلے کے عوض بھی اس شرکت کے اعزاز سے دستبردار نہیں ہونا چاہتا اور اب اگر زمانہ اسلام میں بھی کوئی مجھے اس کی دہائی دے کر پکارے تو میں اس کی مدد کو دوڑوں گا''۔(3)

یہ واقعہ اس دور سے تعلق رکھتا ہے جب آپ ﷺ نے ابھی اعلان نبوت نہیں فرمایا تھا۔ زمانۂ اسلام میں اس معاہدے کا اس پیرائے میں ذکر اس اصول کی طرف واضح اشارہ ہے کہ اسلام کی نظر میں ان خالص سیکولر اخلاقیات سے بھی موافقت اختیار کی جاسکتی ہے جن میں انسانیت کی بھلائی اور خیر خواہی کا سامان موجود ہو۔ اعلان نبوت کے بعد امن وسلامتی کے حوالے سے آپ ﷺ کی پوری زندگی اسی رجحان کی توسیع ہے۔ آپ ﷺ نے ریاست مدینہ کے قیام کے فوراً بعد خارجہ پالیسی تشکیل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دی، بقول زینب سلیم

> When the Messenger of Allah established the Islamic state in Madinah, the foreign policy of the state was implemented without delay. Examples of this was when He signed the treaty of Hudaibiyah.(ii)

صلح حدیبیہ کا معاہدہ رسول اکرم ﷺ کی امن پسندی کی ایک اور منفرد مثال ہے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ ﷺ نے جنگ پر امن کو ترجیح دی اور ایسی شرائط پر بھی صلح کو قبول کرلیا جن سے بظاہر مسلمانوں کی پسپائی کا واضح تاثر ملتا تھا، اگرچہ ان شرائط کے قبول کرنے سے مسلمانوں کی دل شکنی ہوئی اور صحابہؓ نے اس پر احتجاج بھی کیا، لیکن آپ ﷺ نے جنگ پر امن کو ترجیح دی۔ یہاں ضمناً ایک اور بات کا ذہن نشیں رہنا ضروری ہے کہ ہمارے ہاں اسلام کی امن پسندی پر استدلال کے لئے صلح حدیبیہ کا حوالہ جس انداز سے دیا جاتا ہے اس سے اس عظیم تاریخی واقعے کی حیثیت محض ایک منفی سمجھوتے کی سی ہو کر رہ جاتی ہے۔ صلح حدیبیہ کو اگر اس کے تاریخی پس منظر میں دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ سن 6ھ سے قبل کے واقعات اسلام کے متعلق ہر قسم کے مفعولی تاثر کو ختم کر چکے تھے، اس پس منظر میں صلح کا معاہدہ مسلمانوں سے زیادہ خود قریش کی ضرورت تھا، یہی وجہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے خون عثمانؓ کا بدلہ لینے کے لئے مسلمانوں سے مشہور بیعت ''بیعتِ رضوان'' لی اور مسلمان جنگ کے لئے تیار ہو گئے تو قریش نے عافیت اسی میں جانی کہ صلح کے موقع کو ضائع نہ کیا جائے، تاہم آپ ﷺ نے جن شرائط پر صلح کی اس سے آپ ﷺ کی امن پسندی کا واضح ثبوت ملتا ہے۔ اور اس سے یہ اصول بھی اخذ ہوتا ہے کہ عالمی سیاست میں خواہ مخواہ کی اکڑ بازی عقلمندی اور دانائی نہیں ہے۔

ان مثالوں کے علاوہ غزوات و سرایا کا حقیقت پسندانہ جائزہ بھی آپ ﷺ کی امن پسندی کا ترجمان ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے مختلف مواقع پر چھوٹی بڑی ستاسی (۸۷) مہمات منظم فرمائیں۔ محدثین اور سیرت نگاروں نے ان تمام مہمات کو جن میں نظم اور تنظیم کا معمولی سا شائبہ بھی پایا جاتا تھا، غزوات و سرایا اور مغازی وغیرہ کے عنوان کے تحت ذکر کیا ہے، جس سے مستشرقین کو یہ کہنے کا موقع ملا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے کہ محمد رسول ﷺ جنگجو شخصیت کے مالک تھے اور انھوں نے اپنے دعویٰ کو زبردستی منوانے کے لئے لڑائیوں کا ایک طویل سلسلہ برپا کیے رکھا، حالانکہ یہ تأثر نہ صرف پیغمبر اسلام کے مزاج کے صریحاً خلاف ہے بلکہ اسلامی تاریخ اور سیرت محمدی ﷺ کی روشن اور زندہ مثالوں سے بھی آنکھیں بند کرنے کے مترادف ہے۔

سیرت نگاروں نے غزوات وسرایا کے عنوان سے جن مہمات کا ذکر کیا ہے ان کے تنقیدی جائزے کے لیے نہ صرف قریش کے خطرناک عزائم کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ان مہمات کے مقاصد، اسباب اور محرکات پر نظر رکھنا بھی ضروری ہے۔غزوات وسرایا کے تحلیلی جائزے سے واضح ہوتا ہے کہ ان میں سے بہت سی مہمات محض دشمن پر نظر رکھنے کے لئے بھیجی گئیں تھیں، خاص طور پر غزوہ بدر سے پہلے کی مہمات اسی نوع کی تھیں۔ بہت سی مہمات انسدادی نوعیت کی تھیں تاکہ دشمن کی شرانگیزیوں سے محفوظ رہا جاسکے، جیسے غزوہ بنی مصطلق اور تبوک وغیرہ کی مہمات، اور بہت سی مہمات دِفاعی نوعیت کی تھیں، جیسے غزوہ بدر، احد اور خندق وغیرہ کے معرکے کہ دشمن خود اسلامی ریاست اور مسلمانوں پر حملہ آور ہوا تھا، اور اسی طرح بہت ساری مہمات خالص تبلیغی نوعیت کی تھیں جیسے بیئر معونہ اور رجیع کی مہم۔ زیادہ سے زیادہ فتح مکہ اور خیبر کی مہمات کو اقدامی نوعیت کی مہمات کہا جاسکتا ہے لیکن تاریخ پر نظر رکھنے والا ہر طالب علم جانتا ہے کہ اس کا موقع بھی اہل مکہ نے صلح حدیبیہ کو توڑ کر اور اہل خیبر نے اپنی ریشہ دیوانوں سے خود پیدا کیا تھا۔ لیکن محدثین اور سیرت نگاروں نے ان تمام مہمات کو غزوات و سرایا کے عنوان کے ذیل میں ہی ذکر کیا ہے، جس سے مستشرقین کو یہ پروپیگنڈا کرنے کا موقع ملا کہ رسول اکرم ﷺ کا ہاتھ پوری زندگی تلوار کے قبضے پر ہی رہا ہے، اور رسول اللہ ﷺ کے اس طرزِ عمل کو نظرانداز کردیا جو آپ ﷺ نے اپنے مخالفین سے معاہدات کرتے ہوئے اختیار فرمایا۔ عالمی سیاست میں جنگ اور معاہدات ساتھ ساتھ چلتے ہیں اس حوالے سے رسول اکرم ﷺ کی ترجیحات کا اندازہ ان معاہدات کی تعداد سے کیا جاسکتا ہے جو آپ ﷺ نے مختلف اقوام اور قبائل کے ساتھ کیئے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رسولِ اکرم ﷺ نے عرب میں بسنے والی تینوں اہم قوتوں کے ساتھ امن و صلح کے معاہدات کیئے۔ آپ ﷺ نے قریش کے ساتھ صلح حدیبیہ، یہود کے ساتھ میثاقِ مدینہ اور عیسائیوں کے ساتھ معاہدۂ نجران کیا۔ یہ معاہدات جن اصولوں پر مبنی ہیں اگر ان کا تجزیہ کیا جائے تو اس نتیجے پر پہنچنا مشکل نہیں رہتا کہ عصری تہذیبی کشمکش میں صرف انھیں اصولوں کو پیشِ نظر رکھ کر عالمی امن کا قیام ممکن ہے۔ ان معاہدات میں اقوامِ عالم کی عزتِ نفس اور ان کے تشخص کی ضمانت فراہم کرنے کے ساتھ دینِ اسلام کے اس کردار کو بھی اجاگر کیا گیا ہے کہ بین الاقوامی کشمکش میں مذہب کا حقیقی کردار یہی ہے کہ وہ ہر قوم کی زبان، نسل اور کلچر و ثقافت کو اہمیت دے ان سب چیزوں میں ہم آہنگی پیدا کرے۔ سیرتِ طیبہ ﷺ کے اس پہلو کا مطالعہ نہ صرف قیامِ امن کے اصولوں کو واضح کرتا ہے بلکہ اسلام میں بین الاقوامیت کے اصولی تصور میں پائی جانے والی لچک پر بھی روشنی ڈالتا ہے۔

رسولِ اکرم ﷺ نے ہجرتِ مدینہ کے فوراً بعد ''میثاقِ مدینہ'' کے نام سے یہودِ مدینہ اور قبائلِ عرب کے ساتھ جو معاہدہ تحریر فرمایا، وہ بنیادی طور پر دو حصوں پر مشتمل ہے۔ اگر ڈاکٹر حمید اللہ کی قائم کردہ تقسیم کا لحاظ کیا جائے تو میثاقِ مدینہ کی باون (۵۲) دفعات میں سے پہلی تیئس (۲۳) دفعات مہاجرین و انصار کے متعلق قواعد و ضوابط پر مشتمل ہیں جبکہ معاہدے کا بقیہ حصہ یہودی قبائل کے حقوق و فرائض سے بحث کرتا ہے۔(4) معاہدے کے پہلے حصے میں قابلِ غور نقطہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اسلامی قبائل کو اندرونی بوقلمونیسمیت سیاسی وحدت میں تبدیل کر دیا جس کے نتیجے میں ایک طرف ان کی الگ الگ شناخت قائم رہی اور دوسری طرف تمام دنیا کے مقابلے میں ان کی ممتاز اور مستقل حیثیت واضح ہو جاتی ہے۔ اس معاہدہ میں فرد اور ریاست میں توازن قائم رکھنے کے لئے دفعہ نمبر ۱۵ بڑی اہمیت کی حامل ہے جس کے مطابق ادنیٰ ترین شخص کے دیئے ہوئے وعدۂ پناہ کا پوری امت احترام کرے گی(5) اور دفعہ نمبر ۱۳ میں بلا امتیاز عدل و انصاف کے مہیا کرنے کا اعلان کیا گیا۔(6)

الغرض اگر میثاقِ مدینہ کی پہلی تیئس (۲۳) دفعات کا تجزیہ کیا جائے تو ان میں دورِ حاضر میں اسلامی ممالک کے اندر مختلف قومیتوں اور اسلامی ممالک کے درمیان باہمی تعلقات کے لئے بہترین

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اصول اخذ کئے جاسکتے ہیں اوران اصولوں کی روشنی میں مختلف اسلامی گروہوں اور ریاستوں کے تشخص کو تسلیم کرتے ہوئے ایک ایسے مسلم وفاق کی تشکیل ممکن ہے جس میں داخلی خودمختاری کے باوصف خارجہ اور دفاعی معاملات میں مکمل ہم آہنگی ہو، دورِ حاضر میں ایک مضبوط اور مشترکہ دفاع ہی مسلمانوں کی بقا کا ضامن ہوسکتا ہے، جس کا مکمل ڈھانچہ میثاقِ مدینہ کی پہلی تئیس (۲۳) دفعات میں موجود ہے،(7) اگر مسلم ریاستوں اور گروہوں کے درمیان تعلقات کے لئے ان اصولوں کو پیش نظر رکھا جائے اور مسلمان ممالک کے اندر علیحدگی پسند تحریکوں کو داخلی خودمختاری اور ثقافتی تحفظ کی یقین دہانی کروادی جائے تو امید ہے کہ پھران کے ہاتھ میں کوئی قابلِ ذکر ایشو نہیں رہے گا اور ان کو قومی دھارے میں واپس لاکر ملی یکجہتی کو فروغ دینا آسان ہوجائے گا۔

اب ہم میثاقِ مدینہ کے دوسرے حصے کی طرف آتے ہیں جو تقریباً انتیس (۲۹) دفعات پر مشتمل ہے۔ میثاقِ مدینہ کی دفعہ نمبر ۲۵ میں یہود کے لئے مکمل مذہبی آزادی کا اعلان کیا گیا ہے اور اسی طرح یہودیوں کو مسلمان رعایا کے ساتھ سیاسی وتمدنی حقوق میں صراحت سے مساوات دی گئی ہے۔(8) یہود کے ساتھ معاہدہ میں جو بات خاص طور پر آج کے معروضی حالات کے تناظر میں قابل توجہ ہے وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے یہود کے سماجی اور اندرونی مسائل میں کوئی مداخلت نہیں فرمائی اور آپ ﷺ نے یہود میں فدیہ، دیت اور جوار یا پناہ دہی اور معاہداتی رکنیت، قبیلہ کے ادارات اور رواجات کو برقرار رکھا ہے۔(9)۔ رسول اکرم ﷺ کے اسوہ میں ایسے کئی نظائر موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ یہودیوں کے مقدمات میں ان کے شخصی قانون کے مطابق فیصلے فرمایا کرتے تھے۔

رسول اکرم ﷺ کی زندگی میں ہی تقریباً پورا جزیرۃ العرب زیرنگیں آچکا تھا۔ ۹ ھ میں عیسائیوں کا ایک وفد آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے ان کے ساتھ جو معاہدہ امن فرمایا اس کا متن ملاحظہ فرمائیں:

"نجران اور اس کے اطراف کے باشندوں کی جانیں، ان کا مذہب، ان کی زمینیں، ان کا مال اور ان کے حاضروغائب، ان کے قافلے، ان کے مقابر، ان کی مورتیاں، اللہ کی امان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ضمانت میں ہیں۔ ان کی موجودہ حالت میں کوئی بھی تغیر نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی ان کے حقوق میں سے کسی حق میں دست اندازی کی جائے گی۔ اور نہ مورتیاں بگاڑی جائیں گی۔ کوئی اسقف اپنی اسقفیت سے، کوئی راہب اپنی رہبانیت سے، کنیسہ کا کوئی منتظم اپنے عہدے سے نہ ہٹایا جائے گا، اور جو بھی کم یا زیادہ ان کے قبضے میں ہے اسی طرح رہے گا۔ ان کے زمانہ جاہلیت کے کسی جرم کا یا خون کا بدلہ نہ لیا جائے گا۔ نہ ان سے فوجی خدمت لی جائے گی اور نہ ان پر عشر لگایا جائے گا اور نہ اسلامی فوج ان کی سرزمین کو پامال کرے گی۔ ان میں سے جو شخص اپنے کسی حق کا مطالبہ کرے گا تو اس کے ساتھ انصاف کیا جائے گا، نہ ان کو ظلم کرنے دیا جائے گا اور نہ ان پر ظلم ہوگا۔ ان میں سے جو شخص سود کھائے گا وہ میری ضمانت سے بری ہے۔ اس صحیفہ میں جو لکھا گیا ہے اس کے ایفاء کے بارے میں اللہ کی امان اور محمد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری ہے۔ یہاں تک کہ اس کے بارے میں خدا کا کوئی دوسرا حکم نازل نہ ہو۔ جب تک وہ لوگ مسلمانوں کے خیر خواہ رہیں گے ان کے ساتھ جو شرائط عائد کی گئی ہیں ان کی پابندی کریں گے، ان کو ظلم سے کسی بات پر مجبور نہ کیا جائے گا۔'' (10)

اس عہد آفریں معاہدے میں اسلامی ریاست کی غیر مسلم عیسائی رعایا کو امن و سلامتی کی جو ضمانت دی گئی ہے اور جس قدر مراعات سے نوازا گیا ہے اور انسان دوستی کی جو زریں روایات قائم کی گئی ہیں وہ ہر دور کے حکمرانوں کے لئے مثال ہیں۔ رسولِ اکرم ﷺ کی سیرت سے واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے پیشِ نظر کوئی ایسا سیاسی غلبہ قطعاً نہ تھا جس میں اقوامِ عالم کو ان کے تشخص سے محروم کر دیا جائے۔ دوسری قوموں کے رسم رواجات کا آپ ﷺ کس قدر لحاظ فرماتے اس حوالے سیرتِ طیبہ سے صرف ایک مثال عرض کروں گا۔ سن ۹ ہجری میں اقرع بن حابس ؓ کی زیر قیادت بنو تمیم کا وفد اسلام قبول کرنے کے لیے بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوا، لیکن ان لوگوں نے قبولِ اسلام کے لیے بڑی عجیب شرط لگائی کہ آپ ﷺ پہلے ہمارے ساتھ مفاخرت کریں، آپ ﷺ کا خطیب ہمارے خطیب کا اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آپ کا شاعر ہمارے شاعر کا مقابلہ کرے، تب ہم اسلام قبول کریں گے۔ آپ ﷺ نے ان کے اس مطالبہ کو قبول کیا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے حکم پر حضرت حسان بن ثابتؓ نے ان کے شاعر زبرقان بن بدر کا مقابلہ کیا اور ثابت بن قیسؓ نے ان کے خطیب عطارد بن حاجب کا مقابلہ کیا، بنو تمیم نے بالآخر حضور ﷺ کے شاعر اور خطیب کی برتری کو تسلیم کرتے ہوئے اسلام قبول کرلیا۔ دیکھا جائے تو وفدِ بنی تمیم کا مطالبہ بالکل لایعنی تھا، بالفرض اگر مسلمانوں کا شاعر اور خطیب مقابلے میں شکست بھی کھا جاتے تو پھر بھی اسلام کی حقانیت میں کوئی شک نہ تھا، لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ نے ان کے رسم و رواج کا احترام کیا۔(11) اس سے ضمناً یہ نکتہ برآمد ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو ہر شعبۂ زندگی میں کمال کی منزل پر ہونا چاہیے۔

امن و سلامتی اور کشت و خون سے بچاؤ کے لئے اسلام کس حد تک جانے کے لئے تیار ہے۔ اس کی ایک منفرد اور قابلِ تقلید مثال صلح حدیبیہ کا معاہدہ ہے۔ جب قریش کے سفیروں نے "بسم اللہ الرحمن الرحیم" لکھنے پر اعتراض کیا تو آپ ﷺ عربوں کے قدیم طریقے کے مطابق "باسمک اللّٰھم" لکھنے پر راضی ہوگئے اور جب انہوں نے "محمد رسول اللہ" لکھنے پر اعتراض کیا تو آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ وہ ان کے مطالبے کے مطابق محمد بن عبداللہ ہی لکھ دیں۔(12) کئی مواقع پر رسول اکرم ﷺ نے اپنے موقف پر قائم رہتے ہوئے بین الاقوامی قانون اور عرف کا احترام کیا۔ جب حضور ﷺ کا مسیلمہ کذّاب کے سفیروں سے مکالمہ ہوا تو آپ ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا کہ کیا تم مسیلمہ کو نبی مانتے ہو؟ تو انھوں نے کہا: ہاں، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: اگر سفیروں کا قتل جائز ہوتا تو میں تمہیں قتل کروادیتا۔ دیکھیے اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے لیکن آپ ﷺ نے ان پر یہ حد جاری نہیں کی بلکہ فرمایا کہ چونکہ عالمی قانون یہ ہے کہ سفیروں کو قتل نہیں کیا جاتا اس لئے میں تمہیں چھوڑ رہا ہوں ورنہ میں تمہیں قتل کروادیتا۔(13)

انسانی بنیادوں پر تعلقات استوار کرنے کی اس بہتر مثال اور کیا ہوگی کہ سفر طائف سے واپسی پر جب آپ ﷺ کے لئے مکہ میں داخلہ دشوار ہوگیا تو آپ ﷺ نے مشہور سردار مطعم بن عدی کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پناہ حاصل کی اور پھر مکہ میں داخل ہوئے۔(14) حالانکہ بحیثیت نبی آپ ﷺ اس پناہ کے محتاج نہ تھے اس لئے کہ آپ ﷺ تو اپنے دشمنوں کے معاملے میں مسلسل اللہ کی حفاظت میں تھے۔(15) ظاہر ہے کہ یہ صرف مسلمانوں کے لئے ایک نمونہ تھا کہ عقائد ونظریات سے بلند ہو کر بھی خالص انسانی بنیادوں پر کسی سے مدد لی اور دی جا سکتی ہے۔اسی طرح شعب ابی طالب میں محصوری کا دور بھی خالص انسانی بنیادوں پر تعلقات قائم نباہنے کی خوبصورت مثال ہے۔لیکن جہاں تک مشن اور تشخص کے تحفظ کی بات ہے آپ ﷺ نے سرداران قریش کو دوٹوک انداز میں فرما دیا کہ اگر یہ لوگ میرے داہنے ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دیں تب بھی میں اپنے مقصد سے ہٹنے والا نہیں ہوں۔(16)

اس وقت مغربی تہذیب، جو فی الوقت دنیا کی غالب تہذیب ہے، کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات کی نوعیت کیا ہونی چاہیے؟ لحہ موجود میں یہ سوال جس قدر اہم ہے اسی قدر نازک بھی۔در اصل دنیا کے امن کا انحصار اسی سوال کے درست تجزیے پر ہے۔بعض نامور مسلمان اہل علم کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ اہل مغرب کے طرزِ عمل سے یہ حقیقت پوری طرح واضح چکی ہے کہ مغربی تہذیب اور اس کی علمیات ایک پورا پیکج کی ہے اور اہل مغرب اپنی علمیات، ترقیات اور سائنسی ایجادات سے کسی ایسی قوم کو استفادہ کرنے کی اجازت دینے کے لئے تیار نہیں، جو اپنے تشخص پر مصرّ ہو۔اور چونکہ امتِ مسلمہ اپنے مخصوص معاشرتی اور تہذیبی پس منظر سے دست بردار ہونے کے لئے تیار نہیں۔اس لئے عالمِ اسلام کے مغربی اقوام کے ساتھ باعزت تعلقات کا امکان نہ ہونے کے برابر ہے۔(17)

لیکن اس تجزیے میں جس حقیقت کو نظر انداز کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ جدید علمیات، ترقیات اور سائنسی ایجادات اپنے جلو میں معاشرتی تبدیلی کی حامل بہت سی اقدار لئے ہوئے ہیں اور وہ یکساں طور پر ہر معاشرے وتہذیب پر اثر انداز ہو رہی ہیں۔سائنس مشرق ومغرب کی تفریق کی قائل نہیں اور نہ ہی اسے اسلام، عیسائیت اور یہودیت کشمکش سے کوئی غرض ہے۔اس لئے "تشخص" کے معاملے میں مسلم معاشرے کو سنجیدگی سے دیکھنا ہوگا کہ مغربی تہذیب کہاں کہاں پر اس کی شناخت کو مسخ کرنے کی دانستہ کوشش کر رہی ہے اور یہ کہ جدید علمیات اور سائنس کے لازمی اثرات کیا ہیں؟ جدید علمیات کے لازمی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اثرات کو خواہ مخواہ مغرب کی سازش اور تعصب قرار دے کر جان چھڑا لینا مناسب طرزِ عمل نہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے عالم اسلام کا دانشور طبقہ آج کے عالمی عرف سے آنکھیں بند نہ کرے بلکہ اپنے تشخص پر اصرار کے ساتھ سیرتِ طیبہ کی روشنی میں اخذ واستفادہ کے امکانات کو کھلے ذہن کے ساتھ دریافت کرے۔ رسول اکرم ﷺ نے دیگر اقوام کے ساتھ خالص انسانی بنیادوں پر جو معاہدات کئے وہ بین الاقوامی تعلقات کی بنیاد بن سکتے ہیں۔ اپنی کمزوریوں کو مغرب کے سر تھوپ دینا حالات سے فرار اختیار کرنے کے مترادف ہے اس لئے ضروری ہے کہ حالات کا حقیقت پسندانہ جائزہ لے کر پورے اعتماد کے ساتھ مغرب کے ساتھ کچھ لو اور کچھ دو کی بنیاد پر تعلقات استوار کرے۔ خاندانی نظام اور مستحکم معاشرتی اقدار سمیت عالم اسلام کے پاس مغرب کو دینے کے لئے اب بھی بہت کچھ ہے۔

☆☆☆☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حوالہ جات

(1) الحجرات، ۴۹:۱۳

(2) ابن سعد، محمد بن سعد بن منیع الزہری (م ۲۳۰ھ)

الطبقات الکبریٰ، (داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، سن ندارد)، باب ذکر حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حلف الفضول، ۱/۶۱

(3) ابن ہشام، ابومحمد عبدالملک بن ہشام (م ۲۱۸ھ)

السیرۃ النبویۃ، (مکتبۃ الجموریہ، مصر، سن ندارد)، باب حلف الفضول، ۱/۱۴۳

(4) محمد حمید اللہ، ڈاکٹر (م ۲۰۰۰ء)

''عہد نبویؐ میں نظام حکمرانی''ص:۹۹-۱۰۵، (اردو اکیڈمی سندھ۔کراچی، ۱۹۸۷ء)

(5) ''اور خدا کا ذمہ ایک ہی ہے۔ان (مسلمانوں میں) کا ادنیٰ ترین فرد بھی کسی کو پناہ دے کر سب پر پابندی عائد کر سکے گا۔اور ایمان والے باہم بھائی بھائی ہیں (ساری دنیا کے) لوگوں کے مقابل۔(عہد نبویؐ میں نظام حکمرانی، ص:۱۰۱)

(6) ''عہد نبویؐ میں نظام حکمرانی''ص:۱۰۱

(7) ''عہد نبویؐ میں نظام حکمرانی''ص:۹۹-۱۰۲

(8) ''عہد نبویؐ میں نظام حکمرانی''ص:۱۰۲-۱۰۵

(9) ''عہد نبویؐ میں نظام حکمرانی'ص:۱۰۲-۱۰۴، ملاحظہ ہو دفعہ نمبر ۲۵، ۳۱، ۴۰

(10) الطبقات الکبریٰ، وفد نجران، ۱/۱۷۲

(11) المرجع السابق، وفد تیم، ۱/۱۴۲

(12) ابن کثیر، ابوالفداء اسماعیل بن کثیر الدمشقی (م ۷۷۴ھ)

البدایۃ والنہایۃ، (دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۲۰۰۱ء)، باب ذکر سیاق البخاری

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لعمرة الحديبية، ۱۹۰/۲

(13) حضرت عبداللہ ابن مسعود سے روایت ہے کہ مسیلمہ کذاب کے سفیروں کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا: "لوکنت قاتلاً رسولاً لقتلتکما، فمضت السنّة أنّ الرّسلَ لا تُقتَلُ" (''المسند''، حدیث ابن مسعودؓ، ح: ۳۷۵۲، ۶۵۴/۱)

(14) البدایۃ والنہایۃ، فصل فی ذهابه الی اهل الطائف، ۱۴۶/۲

(15) المائدہ ۵: ۶۷

(16) البدایۃ والنہایۃ، فصل فی تالیب الملا من قریش علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم واصحابه بعمه ابی طالب، ۵۱/۲

(17) محمود احمد غازی، ڈاکٹر

مسلمانوں کا دینی وعصری نظام تعلیم، (الشریعہ اکادمی، گوجرانوالہ، ۲۰۰۹ء)، ص ۱۸۳ تا ۲۲۰

(i) Mohammad Ayoob,The many faces of political Islam, Religion and politics in the modern world(Ann Arbor MI: University Michigan press,2008,p.34

(ii) Zaynab Saleem, Islam and international relations, Saturday, 05 September 2009 11:11,http://www.khilafah.com/ index.php/the-khilafah/ foreign-policy/ 7499-islam-and-international-relations,retrieved on 30-12-2010.

© rasailojaraid.com